شگفتہ عثمانی

پی۔ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور ۔

ڈاکٹر الماس خانم

شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

ریاض حسین چودھری کے شعری مجموعے "غزل کاسہ بکف" کے فنی محاسن

Shagufta Usmani
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Govt. College University, Lahore.
Dr. Almas Khanum
Department of Urdu, Govt. College University, Lahore.

Technical accounts of Riaz Hussain Chaudhry's poetry collection "Ghazal Ka Saha Bakaf"

Riaz Hussain Chaudhary is one of most famous Naat poets of Urdu Literature. ‘’Ghazal Kasa Bakaf" is a significant religious poetry book by Riaz Hussain Chaudhary a poet of unique norms of religious poetry. He deliberately experiences to communicate his emotions, school of thought with remarkable poetic virtues with due boundries of religon. Riaz Hussain Chaudhry wrote ‘’Hasht Naatiya’’ in ‘’Ghazal Kasa Bakaf, in which eight ghazals and in each ghazal there are 50 verses i.e., then wrote ‘’Chahar Naatiya’’ in which four Naats have 10 verses in each, He also wrote ‘’Sah Naatia’’ in which three Naats have 12 verses in each. The main purpose of this article is to analyse the ‘’Ghazal Kasa Bakaf".

Key Words: *Riaz Hussain Chaudhry, Poetry, Naat Poet, Urdu Literature.*

ریاض حسین چودھری ۸نومبر ۱۹۶۱کو سیالکوٹ کے ایک ممتاز صنعت کار اور تاجر الحاج چودھری عبد الحمید (آف فضل دین اینڈ سنز) کے گھر پیدا ہوئے۔والدہ کا نام مریم بی بی تھا۔ والدین مذہبی سوچ رکھنے والے اور نبی کریم ﷺ سے گہری عقیدت و محبت رکھنے والے تھے۔یہی جذبہ انہوں نے اپنی اولاد میں بیدارر کھا۔اس سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان کے گھر میں ہر ماہ بڑے پیمانے پر محافلِ میلاد کا اہتمام کیا جاتا تھا جس میں نامور خوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ نعت پیش کرتے

گویا ثنا خوانی، ثناگوئی ریاض کے رگ و پے میں سمائی جاتی تھی۔ نیز اِن محافل اور نعت گویان نے اُن کے مزاج میں نعت نگاری کے لیے گویا مہمیز کا کام کیا۔ حفیظ تائب اور احمد ندیم قاسمی جیسے استادانِ نعت گویان اکثر اُن محافل کی رونق بڑھاتے۔

> "ریاض کا "ریاض" نصف صدی پر محیط ہے۔ اس دوران میں آپ دنیائے ادب سے ایک دن کے لیے بھی غیر حاضر نہیں رہے۔ ریاض حسین چودھری وطن کے ممتاز نعت نگار ہی نہیں معروف غزل گو بھی ہیں۔ ریاض حسین چودھری نے شہر اقبال کی علمی و ادبی مجلسی زندگی میں عزم و عمل کے ان گنت چراغ روشن کیے۔ شہر اقبال کے ادبی منظر نامے کو تخلیق کے پھولوں سے آراستہ کیا۔ اپنے زمانہ طالبِ علمی میں مرے کالج میگزین کے دو سال مدیر رہے۔ آپ کالج کی بزم اردو کے صدر بھی تھے۔ ۱۹۶۳ء میں مرے کالج ہی سے گریجویشن کیا۔ دو سال تک لاء کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مجلے "المیزان" کے اردو سیکشن کے بھی مدیر رہے۔" (۱)

ریاض مرے کالج میگزین کے مدیر اور بزمِ اردو کے صدر رہے جو ان کی اردو ادب سے دلچسپی اور مہارت کا ثبوت ہے۔ M.A.O کالج کے عہد ساز ادارے کے مجلے "المیزان" میں کام کیا۔ وہ دو بار حلقہ اربابِ ذوق کے سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ رائٹرز گلڈ سب ریجن کی سیکرٹری شپ بھی کرتے رہے۔

> ڈاکٹر خورشید رضوی اُن کے نعتیہ مجموعے "آبروئے ما" کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔ "ریاض حسین چودھری ابتداء ہی سے اپنی فنی توجہ نعت گوئی پر مرتکز رکھے ہوئے ہیں اور اس میدان میں اُن کی خدمات کا اعتراف قومی سطح پر کیا جا چکا ہے چنانچہ اُن کے دو نعتیہ مجموعے "رزقِ ثنا" اور "خلد سخن" صدارتی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومتِ پنجاب کی طرف سے سیرت ایوارڈ بھی اُن کے حصے میں آیا۔ جادۂ نعت پر چودھری صاحب کا بے تکان سفر وفاداری و استواری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔" (۲)

ریاض حسین چودھری نے ۲۰سے زائد مجموعے تقریباً ساٹھ ہزار اشعار اردوادب کو دیئے اُن میں سے چھ صدارتی و سیرت ایوارڈ کے حق دار ٹھہرے۔اُن کی کتاب "تمنائے حضوری" بیسویں صدی کی آخری طویل نظم اور "سلام علیک" اکیسویں صدی کی پہلی طویل نظم ہے۔

۳۵سال کاروباری زندگی میں مصروفیت کے باوجود اُن کا قلم مذہبی شاعری میں مصروف رہا پھر۱۹۹۶ء میں تحریک منہاج القرآن سیکریٹریٹ لاہور کے پندرہ روزہ "تحریک "کے دس سال تک مدیر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں ایک حادثے میں تکلیف دہ دن گزارے۔ یونہی مصروف مدحتِ محبوب کردگار ۱۶اگست۲۰۱۷ء میں نعت نگاری کا یہ منفرد لہجہ راہی ملکِ عدم ہوا۔

رزق ثنا ہو یا ہو زرِ معتبر ریاض ہر شاعرِ نبی ﷺ کا قصیدہ بھی روشنی [۳]

شاعر کا تخیل اس کے جذبات اور شخصیت کا اظہار ہے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ شاعر کے خیالات اس کے تجربات، مشاہدات اندروں بینی کی تشکیل پذیری ہے جو وہ کائنات (جس تک، جہاں تک اس کی رسائی ہے)، اپنی تہذیب، اپنے مذہب یا جغرافیائی ، سیاسی، معاشی اور معاشرتی سے حاصل کرتا ہے وہ اپنے جذبات و احساسات کو بیان کرنا چاہتا ہے۔اس لیے "غزل کاسہ بکف" میں کہیں حمد، نعت، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مسدس، مخمس تو کہیں منقبت اور مرثیہ دکھائی دیتے ہیں۔

> "عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کے ساتھ لیکر چلے۔۔۔ "ہزلٹ نے شاعری کو تخیل اور جذبات کی زبان قرار دیا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ انسان کا قلب مختلف احساسات کی آماجگاہ ہے"[۴]
>
> جدید نعت نے ہمیں نئی لفظیات اور زبان و بیان اور تراکیب کی نئی دنیا سے آشنا کیا ہے۔ [۵]

ریاض حسین چودھری نے غزل کاسہ بکف میں ہشت نعتیہ لکھا جس میں آٹھ غزلیں اور ہر غزل میں ۵۰شعر یعنی ۴۰۰اشعار اور تمام کی ردیف "کی طرح" ہے پھر چہار نعتیہ لکھا جس میں چار نعتیں ہر ایک میں ۱۰اشعرسہ نعتیہ جس میں تین نعتیں ہر ایک میں ۱۲شعر ہیں۔

نیزدو نعتیہ یعنی نعتیں ہیں اور اشعار ہیں جو اُن کی زود گوئی کا ثبوت ہیں۔

اُگا رہا ہے ثنائے رسول کی فصلیں مرا سخن بھی ہے زرخیز کھیتوں کی طرح [۶]

ریاض اپنے اشعار یا فنِ شعری کو کھیتوں میں فصل اُگانے سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جس طرح زمین میں بویا ایک دانہ ہزار دانوں میں اپنی زرخیزی دکھاتا ہے تو میرے فن شعری میں یہ خصوصیت فصل اُگانے کی مانند ہے کہ میں آقا کی ثنا بے حساب کرتا رہتا ہوں۔تغزل ریاض حسین کی نعتیہ غزل کا خاص رنگ ہے۔جو کہ جو ہر لطیف ہے۔جس پر غزل کے حسن و زیبائش کا انحصار ہے۔

خوشبو کی بھیک مانگ عروسِ شبِ بہار مہکا ہوا ازل سے ہے گلشن حضور ﷺ کا (۷)

اس شعر میں شاعر ازل سے آقا ﷺ کی مہک کو محسوس کرتا ہے۔لفظوں کی نشست ملاحظہ ہو بھیک مانگ اور عروس شبِ بہار یہاں بھیک کی جگہ خیرات لگا دیں تو بات بدل جائے گی۔دلہن جو خوشبو سے مہکی ہوتی ہے۔شاعر کا مخاطب ہے کہ تو اپنی خوشبو کو لازوال کرنا چاہتی ہے تو اس در سے خوشبو کی بھیک مانگ لے۔

یارب ﷺ مری قسمت میں ہو سرخاب مدینہ
دے تشنہ زمینوں کو خنک آبِ مدینہ (۸)

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے ریاض حسین چودھری رنگِ تغزل کو آب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سرخاب (ایک خاص خوش قسمتی کا پرندہ جو حسین ترین سمجھا جاتا ہے) مدینہ مل جائے یعنی جہاں پر خوش قسمتی، تابانی، حسن و جمال، کرم رحمت، عطا اس کے نصیب میں لکھ دی جائے دل شاعر پیاسا ہے مدینہ کی دید اس کی پیاس بجھائے گی یعنی دل کی پیاس اُسی صورت بجھے گی جب دیارِ مدینہ کی دید ملے گی اس کے لیے وہ خنک آب مدینہ لکھ کر اپنی فکرآفرینی و تخیل کی پرواز بتاتے نظر آتے ہیں۔حسنِ تضاد کا خوبصورت استعمال ہے۔

علامتی پیرایہ ،غزل کے حسن کو بڑھاتا ہے۔تغزل کی رعنائی شعری حسن میں شاعر کی تحلیلِ نفسی کا پیرایہ بن جاتی ہے۔شاملِ غزل علامتیں شاعر کے ماحول یعنی اجتماعی شعور اور نفسی شعور دونوں کی عکاس ہیں جو ان کی نفسیات کو نت نئی علامتوں کے استعمال سے ظاہر کرتی ہیں۔

مصرع اُٹھا رہے ہیں نئی نعت کا ریاض شبنم، دھنک، چراغ، شفق، چاندنی، ہوا (۹)

مصرع ثانی میں مستعلمہ جغرافیائی علامتیں شعری حسن کو بڑھانے میں جو کردار ادا کر رہی ہیں وہ شاعر کے تجربے مشاہدے کی بھرپور ترجمانی ہے۔ریاض جب نعت لکھتا ہے توکائنات اُس کے ساتھ

شامل ہوجاتی ہے۔ ہر علامت ایک جہانِ معنی ہے۔ایک استعارہ جو ریاض حسین چودھری کے قلم نے موتیوں کی ایک لڑی میں پرودیا ہے۔اگرچہ تقریباً ہر نعت گو نے آقا ﷺ کی نعت بیان کرتے ہوئے چاند، ستاروں کو ساتھ لیا ہے، مخاطب کیا ہے، دیکھئے "غزل کاسہ بکف" کا شاعر انہیں کیا بتا رہا ہے:۔

اے آسمان کے چاند ستارو! ادب ادب   اُس قریہ جمال کے ذرے ہیں آفتاب (۱۰)

شاعر نے چاند ستاروں کو مخاطب کر کے کہا با ادب ہوجاو کہ شہر مدینہ جو شہر جمال ہے اس کے ذرے بھی آفتاب ہیں تم اُن پر چمکتے ہوئے جان لو کہ تمہاری چمک اُن کے سامنے ہیچ ہے۔آفتاب کی جغرافیائی علامت کا استعمال کیا خوب کیا ہے۔

کعبہ، حطیم، گنبدِ خضرا، درِرسول   پھر اس کے بعد کسے ڈھونڈتی ہوا (۱۱)

مذہبی علامتیں در مصرع اولیٰ اور جغرافیائی بلکہ ہوا کو آفاقی علامت کہنا زیادہ موزوں ہے، ان کی تعمیم اور جذبوں کی حرارت نے اس شعر میں موجود تغزل کو بڑھایا۔استفہامیہ 'کسے' نے مندرجہ بالا علامتوں کی شدت اور بے ساختگی کو یوں کوزے میں بند کیا ہے کہ یہ وہ مقام ہیں جن کے بعد بلندیاں اور رحمتوں کا باب اور کہیں نہیں۔

لکھے عروسِ شہرِ غزل نعت مصطفی ﷺ   قصرِ ادب کے سبز حوالو! ادب! ادب!(۱۲)

لفظوں کا حسن انتخاب اور استعمال ایک شعر کو وجود بخشتا ہے۔ریاض کا مندرجہ بالا شعر لسانی و کیفیاتی نغمگی، جذبات اور تصورات کی بلند پردازی کا نمونہ ہے۔عروسِ شہرِ غزل کی ترکیب دیکھیں کہ عام نہیں خاص ترین غزل کا نام نعت رسول ﷺ ہے۔ پھر قصرِ ادب، مود بانہ لہجہ لیکن یہاں بھی تخصصِ لفظی موجود ہیں۔

رتجگا نعتِ مسلسل کا ہے بستی بستی
شب نے کس تار تغزل سے بنی ہیں آنکھیں(۱۳)

گنبدِ خضریٰ مسلمانوں کے دل کو تروتازہ رکھنے کا سامان ہے کہ سبز رنگ علامت ہے زندگی، تازگی، شگفتگی کی۔اس کے ساتھ ساتھ مذہبی علامت بھی ہے۔اردو ادب کے نعتیہ کلام میں اس مضمون پر بہت کچھ لکھا گیا غزل کاسہ بکف میں شاعر نے ایک خاص جہت بیان کی ہے۔

جنت بھی ارد گرد کہیں ہوگی، دیکھنا   وہ سامنے ہے گنبدِ خضریٰ حضور ﷺ کا(۱۴)

ریاض الجنہ وہ مقام ہے جو جنت کا ٹکڑا ہے اسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شاعر کا قلم لکھتا ہے کہ جب گنبدِ خضریٰ سامنے ہو تو جان لو جنت بھی وہیں ارد گرد ہوگی اگر علامتی پیرایہ کو محسوس کریں تو شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ گنبدِ خضریٰ مرکز ہے مہرو وفاکا، عاشق و معشوق ، ہجرو صال کا اور جنت اور مدینہ گویا ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔رتجگا، شب، تار تغزل اور آنکھیں، پیرائیہ اظہار کو دیکھیں تو ایک پورا علامتی نظام نظر آتا ہے ایک لفظ دوسرے سے جڑت رکھتا ہے جو اُن کے جذبوں کو تغزل کا وہ رنگ دیتا ہے کہ نعتِ مسلسل کا منظر نامہ قاری کو سحر زدہ کر دیتا ہے۔ریاض حسین چودھری اہلِ بیت کے ذکر کو اپنے اور اپنے قبیلے کے لیے سامانِ روشنی مانتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

کیا ذکر اہلِ بیت کا، ہے آپ ﷺ کا طفیل میرا تمام اپنا قبیلہ بھی روشنی [۱۵]

یعنی میں ذکرِ اہل بیت کرتا ہوں، اُن کی شان و رفعت و عظمت کا پیغام رساں ہوں ان کے صدقے اس سبب سے میرا سارا قبیلہ روشنی بن گیا ہے وہ اس صف میں شامل ہوگیا ہے جو دوسروں کو راہ دکھانے والے ہوتے ہیں۔روشنی کی علامت کو ذکرِ اہل بیت سے جوڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ریاض حسین چودھری متضاد و مترادف تراکیب کا ایک منفرد انداز رکھتے ہیں جو ان کے بھر پور تخیلی شعور کا اظہار ہیں۔اُن میں گیرائی و گہرائی ہے۔

شاہد، خلانورد بھی ہیں آسمان پر ہر نقشِ پا ہے آج بھی روشن حضور ﷺ کا[۱۶]

شاعر کہتا ہے زمین کے مکیں تو اسوۂ حسنہ دیکھتے ہی ہیں آسمان پر جانے والے خلا نورد بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ آقا ﷺ کا پیغام آج بھی روشنی، اورہدایت سے بھرا چراغ ہے۔ایک اور منظر سامنے آتا ہے۔

جگنوؤ! سیرتِ اطہر کی کتابیں کھولو میری پھر شامِ جہالت میں لٹی ہیں آنکھیں[۱۷]

شاعر یوں لکھتا ہے کہ دنیا جہالت کی اندھیاریوں میں لٹ رہی ہے۔جگنو جو سراپا روشنی وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل وہ روشنی بھرا راستہ ہے جو منزل پر لے جانے والا ہے کیونکہ راہ ہدایت کا سرچشمہ آقا کی ذات ہے۔خط کشیدہ لفظ چست ترکیب بندی کی مہارت کو بیان کر رہے ہیں۔

ہر فرد کی اس شہر عزیزاں پہ نظر ہو تہذیب کی اس بزم نگاراں پہ نظر ہو[۱۸]

فرد اور شہر عزیزاں کی تراکیب پر نظر ڈالیں تو دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ کسی بھی معاشرے کی پہچان عقائد ہیں اور جب بزم نگاراں کو دیکھیں تو اُس کا عملی نمونہ یعنی تمدن کی جھلک دکھائی دے رہی ہے کہ کیسے شہر رسول ﷺ کائنات کے لیے تہذیب و تمدن کا ناقابلِ تردید نمونہ ہے۔

خوشبو کا پیرہن اسے دیتی ہیں تتلیاں پڑھتی ہے جب بھی شاخ ثنا پر کلی درود [۱۸]

خوشبو کا پیرہن اور کلی ایک دوسری سے جڑی ہیں۔ پھر شاخ ثنا کی ترکیب، پھر تتلیوں کا ذکر شاعر نے ان تراکیب کی مدد سے مدحت نگاری کا وہ باغ سجایا جو روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتا ہے۔

میں طشتِ دل کے کناروں پہ پھول رکھتا ہوں
ہر ایک پھول ہے ایماں کے بندھنوں کی طرح [۱۹]

طشتِ دل اور ایماں کے بندھن کی ترکیب نے اس شعر کو جو مہک دی وہ اس میں موجود مدح و ثنا کے پھولوں کی ہے۔ نئی تراکیب سے نعت کے موضوع کو معنوی رنگوں کا نیا لباس دیا ہے۔

میں اُن کے نقشِ پا کو منزل جاں کیوں نہ ٹھہراؤں
سرِ افلاک بھی چرچے ہیں جن کی انتہاؤں کے [۲۰]

اُن کی سیرت و کردار کی بلندی کے چرچے آسمانوں پر ہونے کے بارے میں کئی شعرا نے قلم اُٹھایا ہے۔ اُن سب سے علیحدہ فکری جہت ہمیں مندرجہ بالا شعر میں نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنا ہی زمانے کی زندگی ہے کہ وہ عالی مرتبت اسوہ ہے جس کی انتہاؤں کا ذکر آسمانوں میں ہے کہ آدمؑ ہوں یا عیسیٰؑ تمام کے ذکر میں اُن کا ذکر ہے۔

جبینِ شعر پر یہ کس کے قدموں کی شفق پھوٹی
کہ دستارِ سخن میں بھر گئے موتی صداوں کے [۲۱]

قدموں کی شفق پر غور کریں تو اس انوکھی ترکیب میں نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو بیان کرنے کے لیے ایک خوب صورت جدید ہیئت ترکیبی کا استعمال کیا دوسری طرف دستار سخن کا

استعارہ دیکھیے کہ کس طرح جدید ترکیب و استعارہ استعمال کر کے فضیلتِ رسول ﷺ کو بیان کرنے کے لیے نیا انداز عطا کیا۔

میں روز لکھتا ہوں نعت حضور ﷺ کے کالم
بنام شاہ مدینہ مراسلوں کی طرح (۲۲)

نبی کریم ﷺ کی نعت اُن کی زندگی کا محور رہی جیسا کہ مندرجہ بالا شعر میں وہ کہتے ہیں کہ وہ ہر روز نعتِ رسول ﷺ کے صفحے کے صفحے لکھتا ہے۔ آپ ﷺ کے نام گویا خط لکھتا ہے۔ اندازِ بیاں بہت مختلف ہے، نادر تشبیہات کا استعمال نظر آتا ہے۔

ریاض کی فکر نعت میں ''ہوا'' کی ردیف کیسے با ادب نظر آتی ہے۔

آقا کے در پہ آج کھڑی ہے بصد ادب   کل تک شریر بچی کی مانند تھی ہوا (۲۳)

یہ مودب لہجہ ریاض حسین چودھری کی فکر میں خاص ہے۔ انہوں نے لکھا کہ وہ ہوا جو اٹکھیلیاں کرتی پھرتی ہے جب وہ نبی ﷺ کے دربار تک پہنچتی ہے تو با ادب ہوجاتی ہے اُس دیارِ ادب کے تقاضوں کو پہچان کر ہی ریاض کا قلم یہ الفاظ لکھ پایا ہے۔

کیسے غبارِ شب کا تصور کرے کوئی   جب ہے صبا کے ہاتھ کا نامہ بھی روشنی (۲۴)

شاعر یوں رقم طراز ہوا کہ تاریکی اُس کے قریب آنے، (تاریکی کا تصورِ) کا تصور بھی نہیں کر سکتی کیونکہ آقا کے در سے آتی صبح کی ٹھنڈی ہوا آقا ﷺ کے در سے روشنی کا پیغام لے کر آتی ہے۔ یعنی جس کو اُس درِ روشنی سے کرم کی آس ہے اُس کا دامن خالی نہیں رہ سکتا۔ رب اللعالمین سے دعا کرتا ہوا شاعر کہتا ہے میری معصوم سی آرزو ہے کہ جیسے روضے کی جالیاں چمکتی ہیں قیمتی ہیں میرے نعتیہ اشعار بھی سدا یوں ہی چمکتے رہیں شاعر اپنی شاعری کے دوام کے لیے نعتِ نبی ﷺ لکھنا بہت ضروری سمجھتا ہے۔ ایک اور رنگ دیکھیے۔

زباں کو اذن گویائی ملا ہے نعت گوئی سے   وگرنہ چاک دامن تھے صحیفوں کی قباوں کے (۲۵)

شاعر کے کلام کا محور و مرکز، اصل خیال نعت گوئی ہے وہ کہتا ہے رب نے مجھے بولنے کی اجازت نعت گوئی کے صلے میں دی ہے ورنہ اس سے پہلے میرے اشعار کٹے پھٹے بے حیثیت تھے نعت گوئی نے اسے رنگ لگا دیئے۔

طاق سخن میری غزل احترام سے　　　آکر چراغ نعت رکھے بعدِ حشر بھی(۲۶)

نعت کہتے ہوئے احترام نبی محترم ﷺ کا ملحوظ رکھنا شاعر کا اولین فریضہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تغزل کے تقاضے بھی پورے ہوجائیں اس بات کا خیال رکھنا شاعر کا کمال فن ہوتا ہے۔ ریاض حسین اپنی نعت میں ان تقاضوں کو نبھانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ غزل کا سہ بکف میں شاعر کہتا ہے کہ میری غزل بصد احترام نعت کے چراغوں کے ساتھ حشر کے بعد بھی روشن نظر آئے میرے لفظ جنت میں بھی چراغاں کریں۔ اس لہجے " آکر چراغ نعت رکھے بعدِ حشر بھی" پر توجہ دیں تو ایک مختلف منظر دکھائی دیتا ہے جو ریاض حسین چودھری ہی کا خاصہ ہے۔

اُجالا ہی اُجالا تھا، درودوں کا سلاموں کا
ثنا میں محو تھے شام و سحر، کل شب جہاں میں تھا(۲۷)

شاعر کے تخیل کی پرواز دیکھیں کہ وہ خود کو اُس محفل میں پاتا ہے کہ جب دنیا سو جاتی ہے وہ آنکھ بند کرتے ہی اُس محفل میں جا بیٹھتا ہے جہاں درودو سلام کا اُجالا پھیلا ہوا ہے۔ گویا رات غم کی ہو یا تنہائی کی درود و سلام وہ وظیفہ ہے اندھیروں کو کاٹ کر روشنی، جگ مگ کر دیتا ہے۔ مصرع ثانی میں صنعت تضاد کی عمدہ مثال ہے۔

چند ایسی چیزوں کا ذکر جن میں تضاد کے سوا کسی قسم کی مناسبت ہو شعر کے بیان کی خوبصورتی کو بڑھا دیتی ہے۔ یعنی صنعت مراعاۃ النظیر کو ریاض حسین چودھری نے نعت نگاری کے نکھار کے لیے بخوبی استعمال کیا ہے۔

آنسو، چراغ، پھول، ورق، چاندنی، قلم سامان شامِ ہجر میں چارہ گری کے ہیں(۲۸)

مصرع اولیٰ میں مستعمل تمام چیزیں شام ہجر سے متعلق ہیں۔ شاعر نے جس خوبصورتی سے ان لفظوں کو نشست دی ہے۔ وہ بڑی وضاحت سے بیان کر رہے ہیں۔ کہ ہجر کی شام کی خوبصورتی اور شان اسی سامان سے ہے آنسوئوں کی روشنائی، چراغ کی دوات سے ثنا کے پھول ورق پر قلم سے گویا چاندنی بکھیر دی جاتی ہے۔ جو اس شام کا حسن دو آتشہ کر دیتی ہے۔

مرگ آشنا، مہیب، قلمزد، جلے ہوئے　　چہرے یہ عہد نو کے نئے آدمی کے ہیں(۲۹)

دورِ جدید کے سیاہ باب کے لیے اس صنعت کا استعمال، الفاظ کا چناؤ، شاعر کی حسیات، اس کے تجربات اور مشاہدات کا قلمی تکملہ ہے۔پہلے مصرع میں مرگ آشنا مہیب، قلمزد، جلے ہوئے بربادی کے منظر کی عکاس موت، گہرے سایوں میں ، کٹے جلے انسان آج کے انسان جو نا امیدی کے گرداب میں ہیں۔ ہر لفظ خوف کے سائے میں لپٹا دکھائی دے رہا ہے۔اشعار میں لفظوں کا مکرر استعمال زبان و بیان کے ذخیرہ الفاظ کو بڑھاتا ہے۔شاعر نے اس صنعت کے ذریعے نعت نگاری میں نئے تجربے کیے ہیں۔

قدم قدم پہ چراغاں تو ہی تو کرتا ہے
غبارِ شب کی جانب ہے چاندنی کی فصیل(۳۰)

اسی طرح درج ذیل شعر دیکھیے۔

روشن ہے شعر شعر میں قندیل آرزو
نعتِ نبی ﷺ کا اوّل و اولی بھی روشنی(۳۱)

ریاض حسین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی ذات سراپا روشنی ہے انہوں نے نعت رسول ﷺ کے ہر شعر کو روشنی کا محور و مرکز جانا مانا ہے کہ نعت کہنے کی آرزو بھی روشنی ہے آپ ﷺ کی تعریف وہ روشنی ہے جوازل سے اعلیٰ و ارفع ہے۔تکرار لفظی اور قندیلِ آرزو کی ترکیب نے شعری حسن بڑھا دیا ہے۔

شعری حسن میں اضافہ کے لیے شاعر شعر کے مصرع اولیٰ کے آخر میں جو لفظ استعمال کرتا ہے اس لفظ کے زور، اثر اور معنوی جہت کو قاری کے سامنے کھول کر رکھنے کے لیے مصرع ثانی میں کچھ الفاظ یا کوئی ایک لفظ استعمال کرتا ہے۔اس صنعت کو 'صنعتِ رد العجز در مصرع اولیٰ 'کہا جاتا ہے۔

اُنہیں پکار کے دیکھے میری تشنہ لبی   زمین زرد پہ اُترے گا بارشوں کا ہجوم(۳۲)

پہلے مصرعہ میں تشنہ لبی استعمال ہوا اس کی معنویت کو زمین زرد سے جوڑا اور پھر بارشوں کے ہجوم نے تشنہ لبی (پیاس) کی شدت کو ختم کرنے کے لیے جواہتمام کیاوہ شاعر کاکمال فن ہے۔

تاریکی لحد میں اتر کر کھلا یہ راز
میرے حضور ﷺ کا وسیلہ بھی روشنی(۳۳)

قبر کی تاریکی نے یہ راز کھول دیا کہ آپ ﷺ کا وسیلہ قبر کی تاریکی کو روشنی میں بدلے گا راز کو کھولنے کے لیے لکھا آپ ﷺ کا وسیلہ بھی روشنی ہے۔یعنی یہ لفظ راز کی معنوی جہت کو کھول رہا ہے۔شاعر اپنے مشاہدات و تجربات کی تشکیل پذیری کے لیے ایک صنعت جسے 'قطار البعیر' کہاجاتا ہے کا استعمال کرتا ہے یعنی جو لفظ مصرعہً اولیٰ کا آخری لفظ ہوتا ہے وہی مصرعۂ ثانی کا پہلا لفظ نظر آتا ہے۔

میرا کاسہ بھی، دامن بھی، خالی ہوا، یا خدا!
یا خدا! اپنی رحمت کے دینا ہزاروں بحر و بر(۳۴)

مندرجہ بالا شعر میں شاعر نے اس صنعت کو مناجات میں بڑی گہرائی و گیرائی سے استعمال کیا ہے۔خاص طور پر دعا میں ایسی تکرار پر اثر مستجاب دعا کا انداز کہاجاتا ہے۔پہلے مصرعہ کا آخری لفظ یا خدا!۔اس میں شاعر تہی دامنی کا ذکر کر رہا ہے۔دوسرے مصرعہ کا پہلا لفظ یا خدا! مختلف معنوی جہت رکھتا ہے یہاں شاعر دعا کر رہا ہے۔کہ میری جھولی کو بھر پور کر دے۔ریاض حسین چودھری ، علامہ اقبال اور مظفر وارثی کی فکر سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔

ریاض نے معراجِ مصطفیٰ کو بشر کا ارتقا کہا کہ تاریخ کے باب انتہائی ادب سے بشر کے اس مقام پہچانتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ والتسلیم سر عرش گئے اور اہل آسماں نے اُس شہنشاہ زمن کی زیارت کا شرف پایا۔ ریاض کی فکر پرواز کی روشنی کو درخشاں محسوس کرتے ہوئے یہ شعر قلم زد کرتے ہیں۔ریاض حسین چودھری غزل کا سہ بکف میں ایک اور ہی منظر دکھاتے ہیں اُن کا تخیل ایک مختلف فکری زاویہ کا مسافر ہے۔

یہ کس قدر بڑا اعزاز ہے سر محشر
حضور ﷺ، آپ ﷺ کو ڈھونڈے پیمبروں کا ہجوم(۳۵)

رحمت للعالمین کی شان بیان کرتے ہوئے شاعر نے لکھا کہ یہ کتنا بڑا اعزاز جو شافع محشر کو ملا کہ تمام پیغمبر آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ہوں گے اور یہ بات حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ لفظوں کی ترکیب بندی ملاحظہ ہو۔جو آٹھ مختلف نعتوں کے پچاس اشعار کے ساتھ ہیں۔یعنی چار سو

اشعار تشبیہی رنگ کے ساتھ ہیں اُن تمام کی ردیف کی طرح ہے۔ یہ انداز شاعر کے شعری عمل کو معنوی سمت کی جانب اُفقی انداز میں ڈھلتا دکھاتا ہے۔

فضائے شہرِ پیمبر ہے رم جھموں کی طرح
عرب کے ریت کے ذرے ہیں سورجوں کی طرح(۳۶)

شاعر نے فضائے شہر جو عرب کے صحرا میں ہے، کے ریت کے ذروں کی چمک کو سورج سے تشبیہ دے کر اپنی لفظوں کی گرفت کو ظاہر کیا ہے۔

خدا کرے کہ ہو سینہ اُفق کا بھی روشن
درِ حضور ﷺ پہ پڑتی تجلیوں کی طرح(۳۷)

آپ ﷺ کے در پر تجلیوں، جلووں اور روشنیوں کے منظر کو یوں بیان کیا ہے۔ کہ اُفق سینہ یعنی وہ اپنے دل کی روشنی کے لیے دعا کر رہا ہے کہ وہ اُن تجلیوں کی طرح روشن ہوجائے۔ دل کی روشنی کو تجلی سے تشبیہ دی ہے۔

مشامِ جاں ہے معطر مرے قلم کا ریاض
صبا کے ہاتھ میں پھولوں کی ڈالیوں کی طرح (۳۸)

شاعر نے قلم کے لکھے لفظوں کی خوشبو کا تعارف پھولوں کی ڈالیوں سے اُس قلم کو تشبیہ دی ہے۔ کہ مرا قلم اسی طرح خوشبو دار ہے کہ اُس سے نکلنے والے شعر پھولوں کی ڈالیوں کی طرح عطربیز ہیں۔

برسے لب اظہار پہ توصیف کا ریشم
اور چرخ ثنا پر رہے مہتاب مدینہ (۳۹)

شاعر نے نعت گوئی کی فنی بلندی کے لیے "چرخ ثنا" کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ مستعار منہ ہی مستعارلہ کی عظمت و رفعت، شان کو کھول کھول کر بیان کر رہا ہے۔ دوسری طرف مہتاب کا استعارہ پہلے مستعملہ استعارے کی نشست کے جماو کا کمال بتا رہا ہے۔ کہ آقا ﷺ وہ چاند ہیں جن کی تعریف کرنا فن کی زمین کا آسمان ہے۔ شاید یہ بیان اس سے بہتر اور دو لفظوں میں بیان نہ ہو سکے۔

ہم نے ریاض آخر مدحت کی وادیوں میں
شاخِ ثنا کو اُجلی، روشن قبائیں دی ہیں (۴۰)

اس شعر میں استعاراتی لہجہ اپنے انداز میں ایک منفرد اور پختگی سے بھرپور غزلیہ انداز ہے۔ نعت کے لیے استعمال دو استعارے کیے لیکن معنویت کے دریا کو کوزے میں بند کرنے کا کام بہت مہارت سے کیا ہے۔

فرمان مصطفیٰ ﷺ تروتازہ گلاب ہے
لہجہ ہے ہر زمانے کا لہجہ حضور ﷺ کا (۴۱)

اس غزل میں شاعر کا موضوع سخن سیرت مطہرہ سنتِ معظمہ اور فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے۔ مذکورہ بالا شعر میں انہوں نے قرآن کے الفاظ کو راہنما بنایا۔ ان اشعار کا استعاراتی لہجہ ایک منفرد انداز ہے۔

مصروف ہے طواف مسلسل میں روشنی
یہ روضہ نبی ﷺ ہے ،ننگا ہو! ادب ادب (۴۲)

روشنی مسلسل سفر میں ہی رہتی ہے۔ لیکن شاعر نے اس کو روضہ رسول ﷺ کے گرد طواف کرنا کہا اس کی علت یہ بتائی کہ یہ منظر یہاں کے لیے مخصوص ہے اے میری نظرو مودب رہو کہ روشنی اپنے محور کے گرد مسلسل گھوم رہی ہے۔

ہر عکس مجھ سے کہنے لگا جانتے بھی ہو
خاک درِ نبی ﷺ سے بنائی گئی ہوا! (۴۳)

جب ہوا چلتی ہے تو فضا میں سکون اطمینان اور لوگوں میں چین، آرام کے عناصر نظر آتے ہیں شاعر کا تخیل اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے۔ کہ یہ تمام عکس (منظر، اطمینان بھرے انداز) ہوا اس وجہ سے بانٹتی ہے کہ یہ رحمتِ عالم ﷺ کے در کی خاک سے بنی ہے۔

امت مسلمہ کی مظلومیت ، کسمپرسی کو ظاہر کرنے کے لیے سنگ باری اور طائف کی وادی کا ذکر منفرد انداز میں کیا گیا ہے۔ یہ شاعر کا امتیاز ہے کہ یہ تلمیح شعر کی معنویت کو مختلف لیکن مشکل انداز میں بیان کر رہی ہے۔

عطا حوا کی بیٹی کو کریں اب چادر زینبؓ
یزیدوں کے علم آنچل بنے ہیں داشتاؤں کے (۴۴)

عورت کی نام نہاد آزادی کی پرچارک تحریکوں کو نشانہ طنز بناتے ہوئے شاعر نے حوا کی بیٹی کے لیے سیدہ زینبؓ کے اسوہ کی چادر کی عطا کے لیے استغاثہ لکھا کہ آج یزیدی ہر کارے امت کی بیٹیوں کی عصمتوں کے در پے ہیں اپنی مطلب براری کے لیے یزیدی انداز اختیار کر رکھے ہیں۔ چادر زینب اور یزیدیوں کے علم کی تلمیحات کا برجستہ استعمال ہے۔ ریاض حسین کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جہاں ان کی نعت میں نبی اکرم ﷺ سے عشق کی لہریں ٹھاٹھیں مارتی ہیں وہین ان کی نعت میں فنی محاسن بھی اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و وابستگی کا اوالہانہ اانداز اختیار کرتے ہوئے فن کی بلندیوں کو چھوتے نظر آتے ہیں۔ ریاض حسین نے علم بدیع و علم بیان کو اس قدر خوبی سے برتا ہے کہ ان کی لکھی ہوئی پڑھنے والا قاری بھی نعت گو کے ساتھ ساتھ ایک طرف خود بھی عشق رسول ﷺ کے دریا میں غوطہ زن ہوتا ہے اور دوسری طرف ریاض حسین کے فن کی داد دینے پر بھی مجبور ہوتا ہے۔ ان کی نعت گوئی کا رجحان اور اسلوب رسمی عقیدت نگاری کی بجائے خالص شعری اور تخلیقی انداز کا حامل ہے اسکی وجہ فنِ شاعری سے ان کی دیرینہ اور مستحکم وابستگی ہے۔ (۴۶)

حوالہ جات

۱　ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور القمر انٹر پرائزز، اردو بازار۲۰۱۴

۲　ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور القمر انٹر پرائزز، اردو بازار۲۰۱۴ ص:۶۹

۳　ریاض حسین چودھری، بے دیباچہ میں لکھا رزقِ ثنا، لاہور، خزینہ علم وادب، اردو بازار ۱۹۹۹ء، ص۱۸

۴　ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، اردو میں نعتیہ شاعری، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۷۶ ص:۵۳

۵　راجا رشید محمود، نعت کائنات (مرتب)، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳، ص:۵۵

۶　ڈاکٹر سلیم اختر: نفسیاتی تنقید، لاہور، مجلسِ ترقی ادب ،۱۹۹۸ئ، ص:۴۹

۷　شیخ عبد العزیز دباغ، ریاض حسین چودھری کی نعت نگاری، کراچی نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۱، ص:۵۱,۵۲

۸　ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور القمر انٹر پرائزز، اردو بازار۲۰۱۴ ص:۶۹
۹　ایضاً، ص: ۲۰۹
۱۰　ریاض حسین ، غزل کاسہ بکف، ص:۱۸۹
۱۱　ایضاً، ص:۱۴۶
۱۲　ایضاً، ص:۱۹۷
۱۳　ایضاً، ص:۴۰
۱۴　ایضاً، ص:۱۹۷
۱۵　ایضاً، ص:۱۲۹
۱۶　ریاض حسین ، غزل کاسہ بکف، ص:۱۱۹
۱۷　ایضاً، ص:۱۳۶
۱۸　ایضاً، ص:۲۰۹
۱۹　ایضاً، ص:۱۷۴
۲۰　ایضاً، ص:۱۱۵
۲۱　ایضاً، ص:۱۶۹
۲۲　ایضاً، ص:۱۰۲
۲۳　ایضاً، ص:۱۴۶
۲۴　ایضاً، ص:۱۴۷
۲۵　ایضاً، ص:۵۴
۲۶　ایضاً، ص:۱۴۲
۲۷　ایضاً، ص:۱۴
۲۸　ایضاً، ص:۱۴۸
۲۹　ایضاً، ص:۱۷۵
۳۰　ایضاً، ص:۱۷۴

۳۱　ایضاً، ص:۱۸۵

۳۲　ایضاً، ص:۱۸۵

۳۳　ایضاً، ص:۴۶

۳۴　ایضاً، ص:۱۳۰

۳۵　ایضاً، ص:۱۵۷

۳۶　ایضاً، ص:۱۳۲

۳۷　ایضاً، ص:۴۸

۳۸　ایضاً، ص:۱۵۶۔

۳۹　ایضاً، ص:۶۵

۴۰　ایضاً، ص: ۷۱

۴۱　ایضاً، ص:۶۴

۴۲　ایضاً، ص:۱۸۹

۴۳　ایضاً، ص:۲۰۲

۴۴　ایضاً، ص:۱۹۶

۴۵　ایضاً، فلیپ۔ڈاکٹر ریاض مجید نے ریاض حسین چودھری کی نعت میں موجود شعری محاسن پر روشنی ڈالی ہے۔